مولانا سرفراز خان صفدر رحمتہ اللہ علیہ
میرے استاد، میرے شیخ، میرے محسن

پروفیسر اشفاق حسین منیر (گورنمنٹ زمیندارہ کالج گجرات)

استادِ مکرم امامِ اہل سنت شیخ الحدیث والقرآن حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نوّر اللہ مرقدہٗ ۴، ۵ مئی ۲۰۰۹ء کی درمیانی رات کو دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ خبر ہونے پر بہت صدمہ ہوا۔ بہر حال یہ ایک قانونِ قدرت ہے۔ قادرِ مطلق جلّ شانہٗ کا بنایا ہوا ہے۔ کون دم مار سکتا ہے۔ جو بھی آیا جانے کے لیے ہی آیا ہے۔

کہتے ہیں عباسی خلیفہ ہارون الرشید بڑا علم دوست اور حاضر جواب آدمی تھا۔ کسی نے اس سے پوچھا بادشاہ سلامت کبھی آپ بھی کسی موقع پر لا جواب ہوئے ہیں۔ کہنے لگا ایک دفعہ ہم لوگ کسی سفر میں ایک جنگل کے قریب بستی سے گزرے تو میں نے دیکھا ایک بڑھیا بڑے درد سے زار و قطار رو رہی ہے۔ مجھے دیکھتے ہی بڑا ترس آیا۔ میں سواری سے اتر کر اس بڑھیا کے قریب گیا لوگوں سے پوچھا اس بڑھیا کو کیا صدمہ ہے۔ لوگوں نے بتایا اس کا اکلوتا نوجوان بیٹا فوت ہو گیا ہے۔ اس کے فراق میں رو رہی ہے۔ مجھے بھی بہت افسوس ہوا۔ میں نے آگے بڑھ کر بڑھیا سے کہا، اماں جان میں ہارون الرشید اس ملک کا بادشاہ ہوں۔ آپ صبر کریں آج کے بعد میں آپ کا بیٹا اور آپ میری ماں۔ چلیے میرے ساتھ۔ میرا گمان تھا بڑھیا کو تسلی اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے اب وہ خوش ہو گی اور رونا چھوڑ دے گی۔ لیکن میں حیران پریشان ہو گیا کہ اس نے پہلے سے بھی زیادہ درد اور حسرت سے رونا شروع کر دیا۔ میں نے کہا کہ اماں جان اب رونے والی کیا بات رہ گئی آپ کو عام بیٹے کی جگہ بادشاہ بیٹا مل گیا۔ کہنے لگی اسی حسرت پہ تو رونا ہے جس بیٹے کے مرنے پر بادشاہ جیسا بیٹا ملا اگر وہ زندہ رہتا تو اور کیا کچھ ملتا۔ ہارون الرشید کہنے لگا بڑھیا کی اس بات کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

دوستو! جس استاد اور شیخ کی موت نے، اس کے جنازے کے مناظر اور مظاہر نے، جس کے موت کی چارپائی پر پڑے ہوئے متبسم اور نورانی چہرے نے اس کے شاگردوں، مریدوں اور تمام اہل سنت دیوبندیوں کے سر فخر سے سرفراز کر دیے ہوں اگر وہ سرفراز زندہ رہتا تو اور کیا کیا سرفرازیاں ملتیں۔ سچ فرمایا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ''**بیننا و بینھم الجنائز**'' ہمارا اور اہل باطل کا فرق ہمارے جنازے بھی کر دیں گے۔

اٹھ کر پہلو سے دلربا اب جدا ہو گیا ہے
کیا غضب ہے کیا قیامت ہے کیا ہو گیا ہے

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر تو ہم عنفوان شباب سے سنتے آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے مزید فضل فرمایا۔ شیخ کی شاگردی بھی نصیب ہوئی۔۱۹۹۵ء میں دورہ حدیث سے فراغت پر حضرت نے جو دستار اپنے دست مبارک سے باندھی تھی آج تک میرے پاس محفوظ ہے۔اس پگڑی کے باندھنے میں میرے شیخ مسلم شریف مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خاں سواتی، حضرت مولانا زاہد الراشدی، حضرت مولانا مفتی عیسیٰ خاں، حضرت مولانا عبدالقدوس قارن اور مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم حضرت مولانا محمد فیاض خاں سواتی جیسے عظیم اساتذہ کے مبارک ہاتھوں کی بھی شرکت ہے۔ جو میرے لیے سرمایہ افتخار ہی نہیں سرمایہ نجات بھی ہے۔ یہ پگڑی میں صرف عید کی نماز پڑھانے کیلیے باندھتا ہوں۔خواہش ہے کہ میرا کفن بھی یہی پگڑی ہو۔گکھڑ میں حضرت شیخ کی رہائش گاہ چونکہ گجرات کے قریب ہی تھی اکثر آنا جانا رہتا تھا۔ اس لیے حضرت کی بہت ساری یادیں اور باتیں میرے حافظے میں محفوظ ہیں۔ چند ایک کا تذکرہ کرتا ہوں۔

۱۔ جب ہم دورہ حدیث سے فارغ ہوئے تو حضرت شیخ نے فرمایا بھئی پڑھنا پڑھانا نہ چھوڑنا چاہے ایک ہی طالب علم ہو۔ پڑھائے بغیر علم زندہ نہیں رہتا۔

۲۔ ایک دفعہ عصر کے بعد حاضرِ خدمت ہوا تو دیکھا کہ چارپائی پر قبلہ رو بخاری شریف کھولے بیٹھے ہیں۔صبح سبق پڑھانے کی تیار فرمارہے ہیں حالانکہ اس وقت تک میں جانتا تھا حضرت کو بخاری شریف پڑھانے اور سمجھانے کے لیے مطالعہ کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ میری حیرت کو حضرت فوراً سمجھ گئے۔ میری تربیت کے لیے فرمایا مولوی صاحب میں نے آج تک بغیر تیاری کے کبھی نہیں پڑھایا چاہے سبق کتنا ہی آسان ہو۔سبحان اللہ! کیا احساس ہے ذمہ داری کا۔

۳۔ دوران سبق ایک دفعہ فرمایا جب میں مدرسہ میں ''ہدایہ شریف'' پڑھایا کرتا تھا تو ایک غیر مقلد آکر قریب بیٹھ جاتا۔میرا سبق پڑھانا غور سے سنتا رہتا ایک دفعہ بڑا متاثر ہوکر کہنے لگا ''مولوی صاحب آپ اتنے بڑے عالم ہوکر بھی مقلد ہیں؟'' میں نے فوراً کہا مجھے بھی یہی حیرت ہے کہ تم جاہل ہوکر بھی غیر مقلد ہو۔

۴۔ ایک دفعہ میرے ایک دوست شوکت حیات صاحب آف سرگودھا جو اس وقت برن ہال کیڈٹ کالج ایبٹ آباد میں پڑھاتے تھے۔ بہت اچھا دینی اور علمی ذوق رکھتے تھے۔مغرب کی نماز کے قریب ایبٹ آباد سے گجرات میرے یہاں تشریف لائے۔نماز وغیرہ سے فراغت پر فرمانے لگے مجھے اجازت دیں۔ میں گکھڑ رات گزاروں گا۔فجر کے بعد حضرت شیخ کا درس قرآن سننا ہے۔ میں اسی نیت سے ایبٹ آباد سے آیا ہوں۔ میں نے کہا رات میرے پاس قیام فرمالیں صبح اکٹھے چلیں گے۔ہم صبح فجر سے بہت پہلے روانہ ہوئے۔ فجر کی نماز باجماعت گکھڑ میں پڑھی۔ درس کی شمولیت اور حضرت شیخ کی زیارت دونوں سعادتیں نصیب ہوگئیں۔لیکن میرا دوست بہت افسردہ ہوا جب اس نے دیکھا کہ دور دور سے آنے والے لوگ تو نماز کے بعد بھی انتہائی طلب اور اشتیاق سے درس میں شامل ہورہے ہیں جبکہ مقامی لوگ سلام پھیرتے ہی واپسی کی جلدی کررہے

ہیں۔ کہنے لگے ان لوگوں کو حضرت شیخ کی قدر و منزلت کا پتہ ہی نہیں۔ جن کو پتہ تھا وہ تو ایبٹ آباد سے ہی نہیں بلکہ جنوبی افریقہ سے بھی آ کر فیضیاب ہوتے رہے۔

کتنا سچا خواب ہے حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب اور کتنی سچی اس کی تعبیر ہے کہ علم کے سمندر کی مچھلی تالاب جتنے گھڑ میں کیسے سما گئی۔

۵۔ حضرت شیخ کے مزاج میں استغناء بھی اللہ تعالیٰ نے خوب بھرا تھا۔ جس مسجد میں حضرت جمعہ پڑھاتے اور درس قرآن دیتے تھے اس کی مزید توسیع و تزئین کے صلاح مشورے جن دنوں ہو رہے تھے راقم کا وہاں جانا ہوا۔ اراکین انتظامیہ کمیٹی نے مجھ سے کہا مسجد کی جگہ تنگ ہو گئی ہے جمعہ کی نماز میں بڑی دشواری پیش آتی ہے۔ مسجد کے ملحق گورنمنٹ پرائمری سکول کی چھوٹی سی عمارت ہے۔ سکول کی حالت بھی انتہائی خراب تھی۔ اس وقت محترم جناب محمد رفیق تارڑ صاحب پاکستان کے صدر تھے۔ جو کہ حضرت کے بہت عقیدت منداور مرید بھی تھے۔ مسجد کی انتظامی کمیٹی چاہتی تھی کہ سکول کی جگہ مسجد میں شامل کر دی جائے اور سکول کسی دوسری جگہ شفٹ کر دیا جائے۔ اراکین کمیٹی نے راقم سے کہا آپ حضرت شیخ سے صدر صاحب کو کہلوائیں۔ صدر صاحب شیخ کی خدمت میں آتے رہتے تھے۔ صدر صاحب کے لیے یہ معمولی کام تھا۔ انتظامیہ کمیٹی یہ بھی چاہتی تھی کہ جو ضابطے کی کاروائی ہے وہ بھی بیٹھک پوری کر لیں۔ راقم نے خوشی خوشی جا کر بڑے اصرار سے حضرت کی خدمت میں سارا پروگرام عرض کر دیا۔ منوانے کی کوشش بھی کی حضرت نے تمام باتیں سن کر ارشاد فرمایا:

''پروفیسر صاحب! میں صدر صاحب سے کبھی نہیں کہوں گا۔ صدر صاحب سے تو میرے اپنے اختیارات زیادہ ہیں۔ ہمیں ان صدروں وزیروں سے کیا لینا''۔ سبحان اللہ کیا شان قلندری ہے۔ حق ہے میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا:

اَلْغَنِیُّ مَنْ غَنِیِ النَّفَس (غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہو)　　یہ ایک جھلک تھی اسلاف دیوبند کی۔

لوگ تو آج بھی بڑی بڑی عبائیں اور قبائیں سجائے نام نہاد شیخ اور عالم دین بن کر صدر نہیں معمولی وزیر یا کسی مشیر کے اشارہ ابرو پر بھاگم بھاگ دست بستہ درِ اقتدار پر حاضر ہوتے ہیں۔ مشائخ کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں۔ حاکمان وقت کے سپاسنامے پڑھتے ہیں۔ ان کی رضا جوئی کے لیے اہل حق پر کفر اور دہشت گردی کے فتوے لگاتے ہیں۔ مراد 'بطن' پاتے ہیں۔ اپنے اسلاف کی فرنگی کو تقویت دینے والی تاریخ دہراتے ہیں۔ مزاج اسلام پر بدنما داغ بن کر پھر خائب اور خاسر مر جاتے ہیں۔

الحمد للہ! ہمارے شیخ مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی حیات تو ایسی کہ صلحائے زمانہ رشک کریں۔ حاکمان وقت بھی حاضری کے خواستگار ہوں۔ علمی رسوخ ایسا کہ علماء اہل حق حضرت کی تصنیفات کو تحقیقات کہیں، تمام اہل فتنہ اور اہل باطل کی سرکوبی کے لیے موثر ترین ہتھیار کہیں اور متلاشیان حق کے لیے مجرب ترین شفا بخش علاج تسلیم کریں۔ موت ایسی کہ ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ آخری دیدار سے بوجہ کثرت مجمع محرومی پر اشکبار ہوں۔ یہاں تک کہ کچھ علماء آخری دیدار کے

شوق و اشتیاق میں گاڑیاں دوڑاتے راستے میں حادثہ کا شکار ہوکر اس جہاں میں پہنچ گئے جہاں حضرت شیخ پہنچے۔ ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں میاں تم سلامت رہو۔ سبقت لے گئے ہو۔ ہم بھی ان شاء اللہ پہنچنے والے ہیں۔

ڈھونڈتے پھرتے رہو گے بستیاں در بستیاں
روز کب پیدا ہوا کرتی ہیں ایسی ہستیاں

۶۔ حضرت شیخؒ کا تقویٰ بھی مثالی تھا۔ ایک دفعہ میرے اصرار پر حضرت ہمارے گاؤں کی مسجد صدیق اکبرؓ، کالرہ خاصہ میں تشریف لائے۔ عشاء کی نماز پڑھائی۔ مختصر لیکن جامع بیان فرمایا۔ واپسی کی جلدی تھی، گاڑی مسجد کے دروازے کے ساتھ کھڑی تھی ایک ساتھی نے چپکے سے سیٹ کے پیچھے عام سے برتن میں سویٹ ڈش گھر سے بنوا کر رکھ دی۔ کافی دنوں کے بعد راقم جب گکھڑ حاضر ہوا تو فرمانے لگے۔ مولوی صاحب وہ تمہارا حلوہ تو ہم نے کھا لیا تھا کہ ہم سمجھ گئے کہ یہ ہمارے لیے ہی ہے۔ لیکن برتن کا کیا کرنا ہے۔ وہ تو ہماری مِلک نہیں۔ سبحان اللہ! کیا احتیاط ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بڑی بڑی احتیاط کرتے تھے۔

داستان غم طویل ہوتی جاری ہے۔ میری جان پہچان حضرت شیخ کے ساتھ ۱۹۸۰ء سے پہلے کی ہے۔ آدھی صدی کا قصہ ہے دو چار دن کی بات نہیں۔ یادیں بہت ہیں خوف طوالت مانع ہے۔ ختم کرتا ہوں۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے ہمارے حضرت شیخ کی معنوی اور روحانی اولاد کی گنتی تو کسی کے بس کا روگ نہیں۔ حقیقی اولاد بھی ماشاء اللہ سب کے سب عالم اور حافظ ہیں کیا بیٹے اور کیا بیٹیاں۔ حضرت کی مسند بخاری پر مسند نشین حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کے علم کا تو ایک زمانہ معترف ہے ہی، حضرت مولانا عبدالقدوس قارن صاحب بھی اپنے والد محترم کی تحریر، تقریر اور تدریس کی امانت سنبھالے حق امانت کماحقہٗ ادا کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر بھی حضرت شیخ کی مسلکی پختگی اور رسوخ فی الحنفیت کی زندہ یادگار ہیں۔ حضرت مولانا قاری حماد صاحب الزہراوی گکھڑ میں حضرت کے درس قرآن اور خطبہ جمعہ کی یاد کو تازہ رکھے ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ کی خصوصی یادگار تو مدرسہ نصرۃ العلوم ہے۔ مدرسہ کے ناظم مولانا ریاض صاحب اور مہتمم حضرت مولانا محمد فیاض خان صاحب حضرت شیخ الحدیث کے بھتیجے اور حضرت کے برادر صغیر مفسر قرآن، فلسفہ ولی اللہی کے عارف حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ مولانا محمد فیاض خان سواتی مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے خاص صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ وہ بیک وقت مدرسہ کے مہتمم بھی ہیں۔ مجلّہ نصرۃ العلوم کے مدیر بھی ہیں۔ خود صاحبِ تصنیف اور تحریر بھی ہیں۔ حضرات شیخین کے مسلک اور علمی ورثہ کے وارث اور امین بھی ہیں۔ مزید یہ کہ غضب کے ذہین اور متین بھی ہیں۔ ہمارے حضرات شیخین کی تمام باقیات بیشک صالحات ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید ترقی نصیب فرمائے۔

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار، ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان